

رجسٹر نمبر ایل ۱۰۹۳

ان تفضلہ للہ فی نصر کفریثتہ قد اتمم

چھپا دست تہمت میں زور قضا ہے

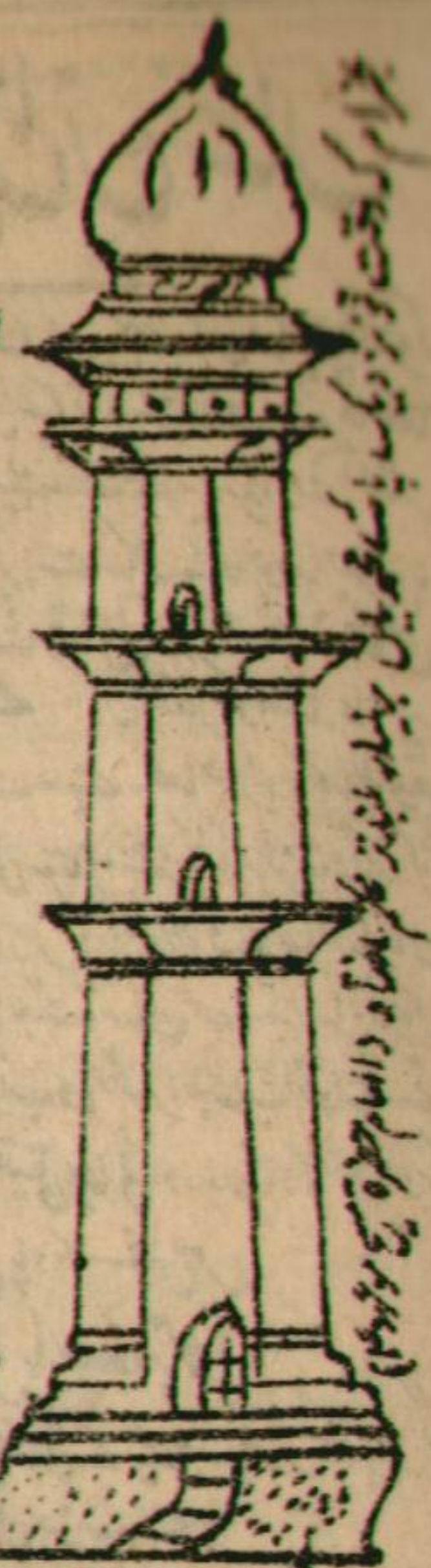
مثل ہے کہ تہمت کا حامی خدا ہے

Digitized by Khilafat Library

عام قیمت صرف پانچ روپے

معادن سے منہ

قیمت پیشگی



گرام کھت آؤز دیک پاسطویں ہندہ ہندہ عالم ہندہ دالام حطرہ سے ہندہ

جلد ۲ | قایمان ارا الامان | خلیفہ ابراہیم علیہ السلام | نمبر ۱۶۹۱

عرفان الہی اور اس کے حصول کے ذرائع

Digitized by Khilafat Library

چھٹی بات | کسی بات کو چھوٹا نہ سمجھو بعض لوگ کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں صغیرہ کبیرہ کی تقسیم نہیں ہے۔ قرآن شریف سے یہی ثابت ہے کہ جو خیال بدی کا اُدے وہ صغیرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب انسان اسے کر گزرتا ہے تو وہی صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔

اور عام طور پر بھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہر چھوٹی بات بڑی کی محرک ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے

عرفان کیونکر پیدا ہوتا ہے یا اسکی علامات کیا ہیں؟ یاد رکھو! عرفان کی علامتیں دو قسم کی ہیں ایک بیرونی ایک اندرونی

بیرونی علامت یہ ہے کہ نوافل کے ذریعہ تقریباً الکی کو حاصل کرتا ہے اور اس طرح پر خدا تعالیٰ اسکے جوارح ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرائض ہی نہیں نوافل کی بھی حفاظت کرتا ہے اور نوافل کو بھی ترک نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کا اسکی ہاتھ پاؤں بن جانیسے یہ مراد ہے کہ اسکے کام خدا تعالیٰ کے کام ہو جاتے ہیں۔ جدا جدا اسکی حقیقت یہ ہے کہ دیکھنے سے اس کی توجہ مراد ہوتی ہے۔ چلنے سے ہمت اور ہاتھ سے اخذ اور گرفت اور سننے سے مراد قبولیت ہوتی ہے۔ بولنے سے مراد حق گوئی ہوتی ہے غرض خدا کی نصرت اور امداد اس کے ساتھ ہو جاتی ہے اور یہی بیرونی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ کی تائید ایسی ہو جاتی ہے کہ اس کا مخالف تباہ ہو جاتا ہے۔

اندرونی افریا علامت یہ ہے کہ فہم کی باتیں ہوتی ہیں اور پلا تفسیر انسان کے اندر پیدا ہو۔ یہ ہے فہم کی بدولت

(مطبع انوار احمدیہ میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراز علی محمدی پر و پراہم چھپکر شائع ہوا)

افغانستان میں تازہ نشان

بعض نیکیاں اور بدیاں ایسی بتائی جاتی ہیں جنکی تفصیل دوسری جگہ نہیں ملتی۔

افغانستان کے واقعات کے سلسلہ میں پہلے سان کیا جا چکا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں خیل کے قتل کے بعد سردار نصر اللہ خاں خیل اور بعض اراکین سلطنت قید کر لیے گئے تھے۔ سردار نصر اللہ خاں صاحب ان سخت معاندین میں سے ایک تھے جو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فتویٰ موت حاصل کرنے والے تھے۔ اس شخص کو سلسلہ عالمیہ سے حد درجہ کا بعض اوقات ہے۔ صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت ایک ایسی دوا کی زندگی ہے جس کا نام عزت و آبرو کیسٹا یادگار رہے گا۔ اس نے حق کے ظہار میں دیا بھی خوف نہ کیا اور ایمان اور صداقت کے لیے جان و دنیا بہت آسان سمجھا۔ مگر نصر اللہ خاں نہ صرف اس راستہ باز کے خون کا جواب دہ ٹھہرا بلکہ کتابت واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ نصر اللہ خاں اپنے حقیقی بھائی اور بادشاہ کو قتل کرانیکا مجرم ثابت ہوا۔ اور اسکی پاداش میں

عمر قید کا سزا پاب ہوا

یہ عمر تیناں واقعات انسان کی رہ نمائی کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں اگر آٹھ کھلی ہو اس کے متعلق اصل جزیہ ہے۔

در الہ آباد ۲۳ اپریل اخبار پانچویں نمبر کو معلوم ہوا ہے کہ ۱۳ اپریل کو کابل میں دربار منعقد کیا گیا۔ اور اس میں سردار نصر اللہ خاں مرحوم امیر کابل کے قتل کرانے کے مجرم قرار دیے گئے اور انکو عمر قید کی سزا دی گئی۔ اسی قسم کی سزا ایک غلام کی کو بھی دی گئی جسکی اس جرم میں سازش پائی گئی تھی۔ ایک افغان کرنیل پر مجرم ثابت ہوا کہ اس نے امیر کو قتل کیا تھا۔ اسکو موت کی سزا دی گئی۔ جب جلال آباد کی سپاہ نے سردار نصر اللہ خاں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو انھوں نے ایک مصاحبوں کے خاندان کے اراکین کو گرفتار کر لیا اور ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا۔ ان سابق کمانڈر انچیف بھی شامل تھا۔ لیکن دربار نے انکو بیگناہ ٹھہرایا اور انکو چھوڑ دیا گیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید امیر کی پوزیشن بہت مستحکم اور مضبوط ہے۔ اور اسی وجہ سے کوئی اندرونی فساد برپا نہیں ہونے پایا۔ اور نہ کوئی زیادہ کشت خون ہونے پایا ہے۔ صرف چند آدمیوں کو سزائیں دی گئی ہیں۔

دوسرا درجہ - یہ ہوتا ہے کہ بعض مخفی بدیاں ہوتی ہیں جو اسے ظاہر کر دی جاتی ہیں اس سے اسکا تزکیہ مقصود ہوتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک بدی ہوتی ہے۔ مگر اس کے سامنے اگر وہ کسی رنگ میں آئے تو اسکو اطلاع دی جائے یا اطلاع بالواسطہ ہوتی ہے۔ نفس میں ایک ثبوت اسکے لیے ہوتا ہے جس سے علم ہوتا ہے کہ اس کے بعد آخری درجہ ہر کسی ہی بری چیز ہو اور حرام ہو لیکن ایسی طور پر پیش کی جائے جو دوسرا اسکو معلوم نہ کر سکے۔ لیکن اس سے وہ آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر اسکا شیطان مسلمان ہو جاتا ہے اور نفس دھوکہ نہیں کھاتا۔

یہ مختصر نوٹ میں نے اپنے الفاظ میں درج کر دیے ہیں تقریر جب شائع ہوگی تو ناظرین اس سے پورا لطف اٹھالیں گے۔ میں نے طریق عمل کے لیے ان نوٹوں کو درج کر دیا ہے۔ (ایڈیٹر)

پاک اراکمان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ عنہ منبر کی صحت پر اچھے ہیں
(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں اور حضرت خلیفۃ الاول کے خاندان میں بھی ہر طرح خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے۔

(۳) مدرسہ احمدیہ میں داخلہ تعلیم سے شروع ہو گا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں خدا کے فضل و کرم سے دوسو کے قریب بچے پڑھائے ہو گئے ہیں۔

(۴) حکیات نظارت میں نہایت سرگرمی سے کام ہو رہا ہے۔ خانقاہ محمدیہ خاندان صاحب ناظر تالیف اشاعت صیغہ کے بہترین نظام اور زیادہ مفید و کارآمد بنانے میں بہت منہمک ہیں خدا تعالیٰ انکی سعی کو بار آور کرے۔ یہ جوان صالح خدا کے فضل و رحم کے ماتحت بڑی بڑی امیدیں دلا رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے چشمہ بد سے محفوظ رکھے آمین۔

بقایا کلمہ

آپنا اپنا برقا یا صاف کریں
مینہ سے

پیغام امن

Digitized by Khilafat Library

پیام خیر و امن

تھوڑے دنوں سے ملک کی جو حالت خاموش مقابلہ کی تحریک کی عملی صورت پیدا کر دی ہے۔ کوئی محب وطن اور مادر ہندوستان کا حقیقی ہی خواہ اسپر افشوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا محاربہ عظیم یورپ کے دوران میں جبکہ بعض دوسرے ممالک میں مختلف قسم کی بد امنیاں اور بے اعتدالیاں ظاہر ہوئیں۔ ہندوستان نے اپنے وقار اور سلامت روی کے طریق کو ہاتھ سے نہ دیا اور اسکی ساری کوشش اور توجہ دشمن کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیے مصروف ہوئی لیکن اب جبکہ ملک کی اس قربانی اور مادر وطن کے فرزندوں کی جان فشان کے اظہار اور امتیاز کا وقت آیا تو ہندوستان کے بعض حصوں میں غمناک اور سلامت روی کی زندگی کو چھوڑ کر یہودہ جوش کا اظہار کیا گیا جو کسی صورت میں دیوانگی سے کم نہیں۔

Digitized by Khilafat Library

مجھ کو ضرورت نہیں کہ ان بے اعتدالیوں کی تفصیل اور موجبات فساد کی تشریح کروں جو مختلف مقامات پر ظاہر ہوئی ہیں اور جسے ہندوستانیوں کی غیر متزلزل وفاداری اور امتیاز کو ایک خطرناک دھکا لگا رہا ہے۔ امن عامہ کا دشمن اور ابن آدم کی ایڑی کو ڈسنے والا سائب جبب استین میں گھس گیا ہے تو اسوقت ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اسی کے سر کو پھیل دے۔ اب اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم تحقیقات کریں کہ یہ کون ہیں

آیا کیوں کر؟ پس اسوقت ہم سب کی جگہ کوششیں اس امر کی طرف لگ جانی ضروری ہیں کہ ملک میں ہر طرح امن امان ہے اور یہ مقامی انٹرنل امد حکام کو اس خصوص میں پوری مدد دیں۔

یہ نتیجہ کے نتائج جو لاہور۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ میں ظاہر ہوئے وہ ہمارے سامنے ہیں کہ کس طرح پرشوریدہ سرلوگوں کی حماقت نے اپنے امن پسند خیروں کے آل۔ جان قبول کو خطرہ میں ڈال دیا۔ گورنمنٹ امن کو بحال رکھنے کے لیے اخلاقی طور پر ذمہ داری اور اس کے لیے جو صورت بھی وہ مناسب سمجھے گی اسے اختیار کرے گی۔ اگر سخت تدابیر اختیار کی جائیں تو اسکے لیے ہم خود ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ اگر ہم اس غلط طریق اور امن شکنی کو اختیار نہ کرتے تو یہ روزمرہ ہمارے کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا اس لیے ازماست کہ برماست

جاہلوں اور شوریدہ سرلوگوں کے خیالات میں یہ جان پیدا کرنا کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں بلکہ تدبیر اور دانش کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کی خوشحالی اور بھلائی کے لیے ان تدابیر کو اختیار کیا جائے جو ہر آئینہ اور سلامتی پر معنی ہوں۔ کوئی ملک کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ امن میں نہ ہو

لیکن ہم ہی انصاف کرو کہ یہ شوریدہ سری یہ دیوانگی امن کے قیام کا موجب ہو یا امن شکنی کا ذریعہ اور کیا اس سے تعلیم تجارت و صنعت و حرفت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہیں یا بند ہوتی ہیں؟ یہی باتیں نہیں جو آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہوں۔

پیش گوئی منٹ کی ہولناکیوں کی بلند ہو سکتی اور کمال جانی

کا نشان ہے کہ وہ اپنی حدود و حدود کے احتجاج کے
بلند کر غیسے نہیں روکتی بلکہ اس پر غور کرتی اور مناسب
موقعہ غلطیوں کی اصلاح کے لیے کھاد دلی سے تیار ہتی
ہے۔ پھر ایسی محسن گورنمنٹ کے برخلاف آواز اٹھانا اور نہ
صرف آواز بلکہ یہودہ و ذلیل طریق پر ملک کے امن کو
خراب کرنا کس حد تک عقل اور مذہب کے نزدیک
درست ہے۔

خدا کے لیے ان واقعات پر غور کرو اور اپنے پاؤں پر
گھماڑی مارنے کے مصداق نہ بنو۔
وہ شخص جسکی تحریک پر خاموش مقابلہ کا نام لیا گیا ان نتائج کو
کو دیکھ کر حیران ہے اور انھیں سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا
ہے اور حقیقت میں وہ سچ کہتا ہے کہ ان بد نتائج کا حقیقتہً
وہی ذمہ وار ہے۔ دنیا ہمیشہ کی زندگی نہیں۔ مرنے کے بعد
اپنے اعمال کا ہر شخص کو جواب دہ ہونا ہے۔ یہ کشت و خون
اور یہ کالیف جو ایک خاموش مقابلہ کی تحریک کا نتیجہ
ثابت ہوئیں ہیں یاد رکھو۔

تمھاری ذمہ داری اور جوابدہی کو بڑھانی
اس بڑھتی ہوئی ذمہ داری اور جوابدہی نے مسلمان گاندھی کو
حیران کر دیا ہے۔ اور اس نے اپنی سبب دہی کا اعلان کر دیا
سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ طریقہ جو صدائے احتجاج کے بلند کرنے کا
پیدا کیا گیا ہے کہ ہت تال کی جاوے اور ننگے سر ننگے
پاؤں تانے کی جاویں۔ اس سے اخلاقی اور عملی طور پر کیا فائدہ
ہو سکتا ہے۔

غور کرو کہ ایک شخص بستر مرض پر بیمار پڑا ہے۔
اس کے لیے دوائی کی ضرورت ہے۔ لیکن دوا ساز کی دکان
بند ہے اور وہ کھول نہیں سکتا ڈرتا ہے کہ اگر اس نے
دکان کھولی تو اس پر حملہ کیا جاوے گا۔ اب اس بیمار کے لیے
بجڑا کے کیا چارہ ہے کہ وہ دم توڑ دے۔ ایک عمدہ
پڑا ہے اس کے کفن کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے مگر پارچہ

فروش دکان نہیں کھول سکتا کیونکہ ہت تال ہے اب مردہ
پڑا ہوا ہے۔ اسی قسم کی حرکات بجڑا کے کہ ایک اخلاقی
کمزوری اور بیہودگی کا نشان ہوں کچھ ظاہر نہیں کرتی
ہیں۔

واقعات نے بتا دیا ہے کہ یہ طریق مفید طریق نہیں اسکا
اثر اہل وطن کے اخلاق اور ان کے تمدن اور ترقی پر
بہت ہی برا پڑتا ہے۔ وہ ہے کہ اب مسٹر گاندھی
کو اعلان کرنا پڑا کہ

(۱) کوئی ہت تال نہ کی جاوے (۲) کیٹی کی ہدایات کے
بغیر پولیس کے تمام احکامات کی فوراً تعمیل کی جاوے۔
(۳) کوئی سختی نہ کی جاوے (۴) پتھر نہ پھینکے جائیں
(۵) ٹریم کاروں اور گاڑیوں کے راستہ میں کوئی رکاوٹ
نہ ڈالی جاوے (۶) اور کسی شخص کے خلاف کوئی باؤ
نہ ڈالا جاوے (۷) پبلک جیلوں میں تالیاں نہ
پیٹی جاویں اور نہ ہی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا
جاوے (۸) نہ شرم شرم کے نعے لگائے جاویں
بلکہ خاموشی ہے۔

ان ہدایات کو دیکھو اور اس طرز عمل کا مقابلہ کرو جو
بعض مقامات پر اختیار کیا گیا ہے جس قدر اس پر
غور کیا جاوے گا۔ اس قدر نفرت میں اپنے افعال سے
پیدا ہوگی۔ یہ عجیب بات ہے ملکہ قابل شرم بات
کہ خلاف قانون افعال کے ذریعہ ہم ایک قانون کی
خیالی یا واقعی سختی کا افساد کرنا چاہتے ہیں ہمارا یہ طرز
عمل اور رویہ خود اس بات کی شہادت ہے کہ ہم اس سے
بھی زیادہ کسی سخت قانون کے ذریعہ درست رہ سکتے ہیں

ایک زمانہ تھا کہ لارڈ لائٹ کے مجسم پر تلوار یا قلم کے
مشہور کتبہ پر کتب ہو رہی تھی اور اسے ہندوستانیوں
کی وفاداری اور شرافت پر موثر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن
افعال ہم آج کر رہے ہیں ان سے کیا ثابت ہو سکتا ہے اور

ہیں شرم آتی ہے کہ وہ بخت فضول تھی۔

ادروطن کی محبت اور بھلائی کا جوش اگر ہمارے سر پر
میں ہے تو اس کے لیے بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم اس کے
برکات سے فائدہ اٹھائیں ملک کی تمام تر خوشحالی کا
دار اس پر ہے اور اگر ہم خود اسکو توڑیں گے تو ہم سے
بڑھکر ملک اور قوم کا دشمن کوئی نہیں ہوگا۔ اس
شوریدہ سری کا نام صدائے احتجاج نہیں یہ آہنی
جھوٹا جہد نہیں بلکہ یہ تو بنیاد ہے یہ ڈکیتی ہے
اور قتل و غارت گری کی کوئی مذہب کوئی عقل جو خدا
ہو حکومت اور بادشاہ وقت کی اطاعت کے احکامات
کی تعلیم نہیں دیتی۔ میں ہندو احباب کو صرف اس وقت
عقل کے لحاظ سے خطاب کر سکتا ہوں لیکن مسلمانوں
سے پوچھتا ہوں کہ وہ غور کر کے بتائیں کہ کیا ان کا مذہب یہ
تعلیم دیتا ہے؟ وہ مذہب جو سیدان جنگ میں بھی غور کو
اور بچوں اور بوڑھوں اور نہی لوگوں پر حملہ کرنے
کرنے کی اجازت نہیں دیتا آج اس مذہب کے حامی مسلمانوں
سے ملکر گرجوں کو جلاتا چاہتے ہیں۔ اور عورتوں اور
بچوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اس سے بڑھکر قابل
شرم اور ملامت کے قابل کاروائی کیا ہوگی۔

ہندو حضرات جو اب میں کہ وہ مسلمانوں پر
تو یہ الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے مندر دن کو گرایا
حالانکہ اسلام نے اسکی اجازت نہیں دی لیکن انھیں خود
باوجودیکہ وہ حکومت برطانیہ کے ماتحت امن کی زندگی
بسر کر رہے ہیں اور وہ مسلمی ترقیات انھوں نے کی
ہیں کہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔ کیا اس احسان کا بدلہ یہی ہے
کہ وہ گرجوں کو جلاتے ہیں اور عورتوں اور بچوں پر
ظلم کریں۔ ایک طرف دعویٰ کرتے ہیں کہ عورت کی
حوت کرنی چاہیے اور بخت کو توڑی کہتے ہیں اور

دوسری طرف یہ بے ہودگی۔

ہند مذہب کے لیڈروں کو کیا ہو گیا انکی مذہبی حس کیوں
مردہ ہو گئی کیوں وہ اس قسم کے افعال پر
نفس اور ملامت کا ووٹ پاس نہیں کرتے
موجودہ شور و غصہ میں جو رویہ اختیار کیا گیا ہے جسٹیت
اور ہر پہلو سے قابل نفرت ہے اسلیے اب ضرورت
ہے کہ وہ لوگ جو ملک اور قوم کے خیر خواہ ہیں انھیں
اور ان شوریدہ سر لوگوں کو امن کے برکات سے آگاہ
کریں میں بھی اسکے لیے اپنی کمزور آواز کو اٹھاتا ہوں
میں جانتا ہوں کہ ان ملی دیوانوں کے حلقہ میں میرے لیے
لامت کا ووٹ پاس کیا جائیگا۔ مگر میں اسکی پرواہ نہیں
کرتا۔ اسلیے کہ میں اس آواز کو ملامت یا تہذیب کے
خیال سے اوپر جا کر اٹھا رہا ہوں۔

اس وقت ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ملک میں
امن و امان کے قائم رکھنے میں جو مدد اس سے ممکن ہے
اپنے مقامی حکام کو دے۔ میں سمجھتا ہوں سب کے اول
ان غلط اور بیہودہ افواہوں کی تردید کرنے کی طرف توجہ
لوگوں کو متوجہ ہونا چاہیے۔ جو دیہات تک میں پھیلائی
جاتی ہیں جی کچھ بھی حقیقت اور عمل نہیں ہوتی اور یہی
سب کے مقدم اور ضروری کام ہے۔ پھر جو لوگ اس قسم
کی افواہیں پھیلاتے ہیں انھیں ملک اور قوم اور حکومت کے
دشمن سمجھکر مقامی افسروں کو انکی اطلاع دینی چاہیے۔
اگر کوئی اجنبی آدمی کسی جگہ اگر اس قسم کی کوئی تحریک
کرے اسکو فوراً وہاں سے کال دنیا مناسبت۔

جھوٹی اور بے بنیاد افواہیں جاہل اور احمق طبقہ کو گمراہ
کرتی ہیں مسند محض ہے اہل اور بھڑکانے
والی افواہوں کا ہی نتیجہ تھا۔ اور اسوقت بھی ان
افواہوں نے عوام کو بھکانا چاہا ہے۔

عوض اس کو قائم رکھنا ہر مذہب کے پیروا اور ہر مذہب
شہری کا فرض ہے اور اسکے لیے جو کسی سے بن آتا ہے
اس میں کمی نہ کرے۔ احمدی جماعت اپنے فرض کو شناخت
کیا ہے۔ وہ شروع سے اس تحریک میں شامل نہیں
ہوئی اور جانتی ہے کہ یہ تحریک مذہبی رنگ سے بھٹی ہوئی
ہے۔ مجھ حیرت ہے کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ انہوں نے ایک شخص
کے کہنے پر جو خدا کا نامور نہیں ۲۴ گھنٹہ کا روزہ رکھتا
ہے اور بھگیا۔ ایسا روزہ حرام اور محض حرام ہے۔ خدا کی نصرت
نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا میری سمجھ میں اس غلطی اور گمراہی کے
لیے مسلمانوں کو اس گناہ میں شریک ہونے تو بے گناہی چاکر
علامہ اسلام جو چارے خلاف کفر کے فتوے دینے کو توبت
علاؤ آلود ہو جاتے ہیں وہ خدا کیلئے خدا ترسوں کی جگہ پر
کیا یہ حرکت ایسی حرکت نہیں جو شریعت سخت استغفار کو ہی
مستعدوں میں اور متبروں پر چڑھ کر ان لوگوں سے تقریر کی
جو ظہر ہر سمجھے گئے میں خانہ خدا کی توہین اور تکبر نہیں ہے
مگر میں سمجھتا ہوں کہ انکی ایمانی حالت کمزور ہو رہی ہے اور مذہبی
غیرت میں سے سلب ہو گئی ہے۔ یہ ہندو مسلم اتحاد کی صورت
نہیں ہے۔ اتحاد الگ چیز ہے۔ اس سے کوئی منع نہیں کرتا
مگر مذہب فروشی سے اگر اتحاد کرنا چاہتے ہو تو یہ قابل مشرہ ہے
میں اتحاد کا حامی ہوں اور ہندو مسلم اتحاد کو ان بنیادوں پر
مضبوط کرنے کیلئے جو اسلام کے لیے کسی صورت میں بھی
موجب ہنک نہ ہوں زبردست آواز اٹھانے کے لیے
وقت تیار کر ایسی پیورہ رفاہی کو میں جائز نہیں سمجھتا کہ
سوائے شردمانند صاحب مسلمانوں کو وعظ کہنے کے لیے
جائے مسجد کے سبز پر کھڑے کیے جاویں اس طریق کو چھوڑ
دینا چاہیے مذہبی محبت اور غیرت کو قربان کر کے جو اتحاد ہوگا
وہ اتحاد نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندو مسلم
اتحاد کیلئے جو تجویز پیش کی ہے وہی اسلم طریق اتحاد
کا ثابت ہوگا اگر اتحاد چاہتے ہو تو اس پر توجہ کرو۔ بہر حال یہ تو

ایک ضمنی بات تھی اس حرکت پر ہر محب وطن کا پہلا اور
آخری فرض یہ ہے کہ
وہ اپنے حلقہ اثر میں امن کو قائم رکھنے
میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے
احمدی جماعت جو خدا کے فضل سے پہلے ہی سی کام کر رہی ہے
وہ اپنی ہمتوں کو اور بلند کرے اور امن کے برکات کی اشاعت
میں بیش از پیش محنت اور استعداد سے کام لے کیونکہ
ہماری عرض جو تبلیغ اسلام اور نشرِ ہدایت ہے۔ وہ
بجائے خود امن پر موقوف ہے۔

سیاستِ حاضر میں احمدی کا کافر ص

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے موجودہ مشورہ
کے ساتھ ہی اپنی جماعت کو ہدایت جاری کر دی تھیں کہ وہ
ہر قسم کی ہڑتال وغیرہ سے الگ ہیں اور خاموش مقابلہ کی
تحریک میں قطعاً کوئی حصہ نہ لیں اسکے ساتھ ہی قادیان میں
ایک جلسہ کے شورش موجودہ کے متعلق غلط فہمی اور غلط
بیانیوں کی تردید کے حاضرین جلسہ سے ایک اقرار
اطاعت و فاداری لیا جس میں ارد گرد کے دیہات
کے بہت سے سمجھدار اور شریف لوگ جمع تھے اسکے بعد
باقاعدہ معاہدہ امن کی اشاعت اور ہر قسم کی غلط فہمی
اور غلط بیانیوں اور فتنہ زانوں کی تردید کا کام جاری
ہے۔ جماعت کے تمام مبلغین۔ مدرسین اور علماء
انجمنہائے احمدیہ کو ہدایت جاری ہو چکی ہیں کہ وہ قیام
امن کے لیے ہر ممکن کوشش کریں اور لوگوں کو ہر قسم کی
غلط فہمیوں کا شکار نہ ہونے سے تباہ کریں۔
حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ بہت جوش اور زور لگاتا

اس کام کی طرف مبذول ہے۔

۲۵۔ اپریل ۱۹۱۹ء آپ نے خطبہ جمعہ اس بر صغیر پر پڑھا۔ اور نہایت خوبی کے ساتھ یہ امر حاضرین کے ذہن نشین کیا کہ خود اس کو قائم رکھنا ہی کوئی بڑی بات نہیں بلکہ دوسروں کو قیام امن کے لیے پوری تبلیغ کرو اور انکو ان نقصانات سے واقف کرو جو خلاف امر کا کام کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

آپ نے خطبہ میں جو بات خاص طور پر پیش کی وہ یہ تھی کہ یہ کام تم محض خدا کی رضا کے لیے کرو حکومت کا انکار اور مخالفت خدا کو ناپسند ہے اور حکومت کے برکات خدا تعالیٰ کے فضل اور احسانات کا نتیجہ ہوتے ہیں ہماری جماعت آج تک گورنمنٹ کی خدمت اس اصول پر مبنی ہے کہ کسی اجر یا صلہ کے لیے نہیں کی بلکہ خدا اور اس کی رضا کے لیے اس خدمت کے کریں اگر انھیں تحریف برداشت کرنی پڑیں تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ مومن بزدل نہیں ہوتا۔ وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ تم لوگوں کو یہی سمجھاؤ کہ امن کو قائم رکھنا اور حکومت کی خدمت اور فرمانبرداری ضروری چیز ہے۔

غرض آپ نے جماعت کے اندر ایک ایسا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی جو نہایت مبارک اور سلامتی کی روح پیدا کرنے والا ہے۔ اگر خاک کے دو سکر باشندے اور دو مٹی

سوسائیاں بھی اس اصول کو اپنا نصب العین بنائیں جسکی ہکواسید کرنی چاہیے تو آج ایک مستقل اور مستحکم مملکت کی تہ بن جائیں گی۔

ہر سال اس وقت احمدی جماعت اپنے اس مشن میں جو حضرت امام نے ان کے سپرد کیا ہے پیش از پیش اپنی توجہ کو لگائی اور تمام اہل ملک میں یہ روح پیدا کرنے کے لیے عہدہ بجوم کو لے گی کہ سب سب ملکر ملک میں امن کے بکھار

قائد ہائے گھاتیں اور جو غلط فہمیاں نااعانت اندیش اور اور اور قوم کے دشمن پھیلا رہے ہیں انھیں دور کیا جاوے اور ہر شخص حکومت کی اطاعت اور فاداری میں محض ایسے لگ جاوے کہ

یہ اس کا ذاتی کام ہے۔

ہر قسم کے صحتے اور آج کی خواہش کے خیال کو چھوڑ کر محض خدا کی رضا کے لیے اس کام کو کرو۔

احمدی جماعت کے امام نے جو روح اپنی جماعت میں بھائی ہے یہ معمولی چیز نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو انسانی زندگی کی اصل غایت ہے۔ کہ اس میں خدا کے لیے کام کرنے کی جس پیدا ہو

مہ ایک ضروری کنٹرول

مارچ کے پچھری ہفتہ سے پنجاب میں کچھ ایسے حالات پیش آگئے کہ تمام کاروباری طبقہ میں کچھ عجیب قسم کی مشکلات پیدا ہو گئیں عام طور پر اس قسم کے نقصان کی کٹائی کیونکہ ہر آدمی کا اپنا مشغلہ ہو جاتا ہے مگر اس سال اس کے ساتھ ہی بعض بد نظمیوں ملک کی نا عاقبت اندیشیوں نے حالات کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا جس سے پریس کے لیے مزہ روں کا ملنا اور اس کے خصوصی مصاحف کا مہیا ہونا بہت ہی مشکل ہو گیا۔ بعض غیر اور بعض خدا کا فضل ہے کہ اس وقت ہم وہ دو نمبر کے بھی اخبار شائع کر سکتے قابل ہو سکے ہیں۔ ورنہ لاہور اور امرتسر کے اخبارات کے لیے تو کئی قسم کے مشکلات پیش آگئیں۔ بعض اخباروں کی اشاعت بالکل متوی ہو گئی۔ امید ہے کہ اس طرح کے نقصانات کو جو محض مجبوری کی وجہ سے ہوئے ہوں ان سے فراموش نہ کریں گے۔ رسالہ احمدی خاتون کی اشاعت بھی اس قسم کی مشکلات کی وجہ سے التوا میں ہے۔ لیکن میں کوشش

62

یہ اس کا ذاتی کام ہے۔ ہر قسم کے صحتے اور آج کی خواہش کے خیال کو چھوڑ کر محض خدا کی رضا کے لیے اس کام کو کرو۔ احمدی جماعت کے امام نے جو روح اپنی جماعت میں بھائی ہے یہ معمولی چیز نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو انسانی زندگی کی اصل غایت ہے۔ کہ اس میں خدا کے لیے کام کرنے کی جس پیدا ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یادگار نمبر

Digitized by Khilafat Library

الحکم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرفوع ہونے کے بعد یہ التزام ہمیشہ رکھتا ہے کہ آپ کی تاریخ وفات پر ایک یادگاری نمبر شائع کیا کرتا ہے۔ اس سال بھی خدا کے فضل اور ہم کے ماتحت ہی اس نمبر کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگرچہ اس وقت تک یہ نمبر جیسا کہ میں چاہتا ہوں شائع نہیں ہوا۔ میری ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ وہ کثرت کیساتھ شائع ہو اور اس میں بہت زیادہ مفید اور چھپ مضامین ہوں جو کسی کسی پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوں۔

اس سال یہ نمبر اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق میرے رفیق حال رہی تو ۲۴ مئی ۱۹۳۷ء کو انشاء اللہ العزیز شائع کروا جائیگا۔ تاکہ وقت پر احتساب کو پہنچ جاوے۔

اس نمبر کی اشاعت اور کامیاب اشاعت کا ایک پہلو میرے متعلق ہے کہ میں اسے عمدہ کاغذ پر اور عمدہ مضامین کے ساتھ شائع کروں اور اس کی کثیر الاشاعتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام اور جاں نثران پر موقوف ہو۔ اگر یہ نمبر کم از کم پانچ سو روپے شائع ہو جائے تو میں اسے بہت بڑی کامیابی قرار دیتا ہوں گا۔ دوسری قوموں کے خاص نمبر میں ہزار تک شائع ہو جاتے ہیں

اس سال قیوم کا خاص نمبر وہ بھی حکم کا خاص نمبر یعنی اس اخبار کا خاص نمبر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ایام بعثت کی یاد گار ہو جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اپنا بازو قرار دیا ہو۔ اور جسے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے زندہ اور جاری رکھنے کے لیے ایک طرف اس کے ایڈیٹر سے بیعت لی ہو اور دوسری طرف اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں اس کے احیاء و بقا کا انتظام اپنے مرنے والے جانشین یعنی خلیفہ ثانی کے ہاتھ میں دے کر تباہ یا کاس اخبار کی اہمیت کس حد تک ہے؟

پانچ ہزار بھی شائع نہ ہو

اگرچہ تین سو کے قریب ہیں اگر ہر ایک انھیں اس کی بیس بیس کامیاں بھی خرید لے تو آج ہزار اشاعت اس خاص نمبر کی ہو سکتی ہے۔ بہر حال میں اس کے لیے تحریک کرتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام سے اپیل کرتا ہوں کہ

وہ اپنے آقا اور مولا کے یادگاری نمبر کی اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیں۔ یہ نمبر میرا خیال ہے اگر حالات موافق ہوں تو کم و بیش ۶۴ صفحوں پر شائع کیا جائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر بھی دی جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرنے والے احباب مضامین لکھیں۔ اپنے محبوب مولا آقا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مضامین لکھیں جو احباب نظم لکھ سکتے ہیں وہ نظم لکھیں کسی کے پاس پرانے مکتوب ہوں تو ان کی نقل یا اصل رسالہ تو ہیں تاکہ اسے درج کیا جاوے خریداری کی درخواستیں بھی دفتر احکم میں بھیجیں۔ اور ہر شخص کو فیش کریں کہ احکم از کم پانچ کامیاں اس خاص نمبر کی خرید کر کے اپنے دوستوں میں شائع کرے یہ نمبر تبلیغ سلسلہ کا بہترین ذریعہ ہوگا۔ میں اس سے زیادہ ایک

تبلیغ اسلام

یاد رفتگانِ یاس اور انِ اسلام کا ذکر

دنیا میں قریباً تمام مذاہب و اقوام میں یہ بدستور چلا آیا ہے کہ وہ قوم کے جذبات اُبھارنے کے خاطر بزرگانِ سلف کے کارنامے کسی نہ کسی رنگ میں قوم کے سامنے پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ تالوگوں کے دیوں میں دل و جوش پیدا ہو اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کے کوشش کریں اور انسان کی فطرت میں یہ بات جڑ کر ایسے وقت میں اسکی طبیعت اثر پذیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں ہر سال عید الفطر کا موقع اس اصل تازہ کرتا ہے اور بزرگوارانِ اہل بیت کو بھی کوئی نہ کوئی امر مقرب۔ اس اصل کے تحت میں ایک واقعہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مشرفِ اسلام ہونیکا پیش کر کے عرض کرنا ہوں کہ ہملوگوں کو تبلیغِ احمدیت کے واسطے اس زمانہ میں عین تبلیغِ اسلام ہے کیواسطے ایسے ہی کوشش کرنا چاہیے اور اپنی جان و مال و عورت و آبرو و آرام و سکھ کے مطلق پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ اگر یہ بزرگانِ سلف ان امور کا خیال کرتے تو آج اسلام ہماری گردن تک پہنچتا۔ اور اگر ہم اب یہ جانتے ہیں کہ وہی سچا امام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بعد ہو جائیکے باعث تو گرجھول گئے تھے اور تیرہ سو سال بعد پھر حضرت مسیح موعودؑ آئے۔ اس زمانہ کے لوگوں تک و انوالی نسلوں تک پہنچادیں۔ تو پھر میں تبلیغ کیواسطے وہی طریق اختیار کرنا لازمی ہے۔ ورنہ یہ خواہش عبث۔ اب میں وہ جاگداز مگر روحِ نیک واقعہ سناتا ہوں۔ جو بخاری شریف میں

اس طرح سے واقعہ ہے۔ حضرت ابوذر قبیلہ غفار قبیلہ سے تھے جو مکہ معظمہ سے دور ایک جگہ بود و باش رکھتا تھا انکو خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ جا کر پختہ خبر لائے چنانچہ گیا اور صرف واپس آکر بتایا کہ وہ شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ مگر اس سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تسلی نہ ہوئی اس پر انھوں نے خود جانے کا عزم کیا چنانچہ تھوڑی کھجوریں لیں اور ہاتھ میں لائیں۔ اور مکہ معظمہ پہنچے وہ وہاں اجنبی تھے کسی سے واقف نہ تھے اور اسوقت کے حالات یہ اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ کسی سے بنی کریم کا پتہ و ریا فت کرتے کیونکہ کفار اور مشرکین کا سخت زور تھا کسی نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور جان پر مصیبت آئی۔ اس لیے وہ آپکی بات کسی کچھ نہ پوچھ سکتے تھے۔ اسی طرح ایک ماہ یا سوا ماہ تک مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے توشہ سفر ختم ہو گیا۔ اور وہاں کسی سے سوال تک نہ کیا تا کسی کو علم نہ ہو جاوے۔ کہ کوئی اجنبی شخص ہے اور کیوں آیا ہے وہ صرف آنحضرتؐ پیتے اور مسجد میں خاموشی سے رہتے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شیرے پاس سے حضرت علیؓ گزرے دیکھ کر فرمایا کوئی مسافر آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا پھر میرے مکان پر چلو میں ساتھ ہو لیا۔ رات وہاں گزار سی نہ تو انھوں نے مجھے کچھ دریافت فرمایا نہ مجھے کچھ پوچھنے کی جرات ہوئی۔ صبح ہوئی اور میں مسجد میں آگیا پس نہ تو میں ہی بنی کریم صلعم کی بابت کسی سے پوچھ سکتا تھا۔ نہ ہی مجھے کوئی آپکی خبر دیتا تھا حضرت علیؓ پھر میرے پاس سے گزرے فرمایا اب بھی تو میرا مکان نہیں جانتا؟ کہا نہیں۔ فرمایا اچھا میرے ساتھ چلو

میں گیا آخر کار مجھے پہنچا کہ تیرا کیا حال ہے۔ اور تو کہو
اس شہر آیا ہے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میری بات
چھپائے کہیں تو میں بتا دوں۔ انھوں نے فرمایا بہت اچھا
تب میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک شخص نے نبوت
کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے اس کی تہققات کے لیے اپنے بھائی
کو بھیجا تھا۔ جس نے واپس جا کر میری بات نہ کی تب میں نے چاہا کہ
خود اس شخص کو ملوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے یہ بہت
نیک کام کیا ہے۔ دیکھ میں بھی اس شخص کے پاس جاتا ہوں
میرے پیچھے پیچھے آجس گھر میں داخل ہوں تو بھی داخل
ہو جائیو۔ راستہ میں چلتے چلتے اگر تیرے واسطے کوئی خطہ
دیکھو لگا تو میں خود دیوار کے پاس کھڑا ہو کر جو تاجہ اٹھائے
لگ جاؤں گا۔ مگر تو نہ کھڑا ہونا۔ اور راستہ پر چلے
جانا۔ تاکسی کو علم نہ ہو جاوے کہ یہاں کے ساتھ ہے اور پھر
کرارے نہ بلکہ یہ سمجھا جاوے کہ اس کا ساتھ نہیں بلکہ
رہ گز رہے۔ پس ہم دونوں چل پڑے یہاں تک کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں دونو جا حاضر ہوئے۔ میں
عرض کیا کہ میرے روبرو اسلام کی تعلیم پیش کریں۔ آپ نے
اسلام کی تعلیم پیش کی۔ مجھے پسند آئی اور مسلمان ہو گیا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابوذر اس امر کو
چھپانے رکھو اور اپنے منہ کو واپس چلا جا جب تجھے علم
ہو جاوے کہ ہمارا غلبہ ہو گیا ہے تو پھر ہمارے پاس آؤ
میں نے عرض کیا کہ قسم ہے آسمان کی جس نے آپ کو حق دیکھ بھجھا
میں تو ابھی ان لوگوں میں چلاؤں گا۔ میں مسجد میں آیا
تو قریش وہاں موجود تھے۔ کہا کہ اس قریش میں گواہی قیام ہو
کہ اللہ کے سوا کسی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ
موصول ہے انھوں نے کہا پھر اس بیدین کو پس پکڑ لیا
اور ایسا مارا کہ میں مرنے کے قریب تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے
اور مجھ پر دھڑکے اور مجھے بچا لیا انکو کہا کہ تمھارا
متناہس ہو۔ تم غفار قبیلہ کے ایک شخص کو مار رہے ہو حالانکہ

انہیں جا کر تم تجارت کرتے ہو اور وہاں سے گزرتے ہو وہ
تمھیں ہلاک کر دیں گے۔ اگلے دن پھر میں نے تبلیغ کی۔
انھوں نے پھر مجھے سخت مارا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پہلے دن کی
طرح آکر پیایا اور انکو ویسے ہی ڈانسا۔ پس یہ حالت تھی کہ
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا وقت
اس میں آیا کہ قابل غور ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ حضرت
ابوذر بنی کریم صلعم کا پتہ بھی کسی سے مارے ڈر کے درمیان
نہ کر سکتے تھے مبادا کوئی مارے یہ وہ وقت تھا جبکہ ایمان
کی لذت حضرت ابوذر کو نہ تھی۔ جو نبی اسلام لایا اور اللہ
تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان داخل کیا اور جلالت ایمان ان کے
جسم میں رچ گئی۔ وہ اس نعمت عظمیٰ کو چھپانا اور خاموش
رہنا کفر سمجھتا تھا۔ بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اس نعمت کو دوسروں
تک پہنچاؤں خواہ اس راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے
یا قتل کیا جاوے اور کوئی امر اس کا کام سے اٹھ نہ سکے
والا نہ تھا چنانچہ ایک دن موت تک کی نوبت پہنچتی ہے
اور دوسرے روز پھر زندہ خدا اسی کام کے واسطے تیار ہو جاتا
میں پر کل مار کھائی تھی۔ درحقیقت جب جلالت ایمان کسی
شخص کو حاصل ہو جائے تو تب ہی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ
خدا کی راہ میں قتل کیا جانا ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا اور اپنے آپ کو
اس کی راہ میں نیست و نابود کرنا حقیقی ہستی اور حیات جاوید
سمجھی جاتی ہے۔ ایسی ہی مثال فرعون کے ساحروں نے
دکھائی۔ ایک وہ وقت ہے بادشاہ انکو بلاتا ہے اور بادشاہ
کی عزت و رسوائی اور فتح و شکست کا سوال ہے۔ ادنیٰ عقل
کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ بادشاہ جن لوگوں کی کوششوں سے
کامیاب ہو گا وہ کس قدر انعام و اکرام کے مستحق ہو سکتے ہیں
مگر چونکہ وہ اس وقت دنیا کے گیرے تھے۔ اس لیے نہایت ہی
گرا ہوا سوال کرتے ہیں کہ اجی ہم اگر جیت گئے تو کیا ہمیں مری
بھی ملے گی؟ اور ایک وقت وہ ہے کہ جب نفور ہے ہی
دیر بعد نہایت پائے میں۔

اور علالت ایمان ان کے رونگٹے رونگٹے میں دھس جاتی ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ تمہیں پھانسی دیدیگا وہ کہتے ہیں لا ضییرانا الی ربنا لمنقلبون وہ کچھ پرواہ نہیں۔ تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو مہتو اپنے رب سے ملیں گے۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ اور اسی میں حیات جاوید ہے۔ یہ تو دور کی باتیں ہیں۔ اس زمانہ میں بھی اللہ کریم نے اسکا نمونہ ہمکو دکھایا ہے۔ وہ یہ کہ ہم میں سے اکثروں نے پشتم خود دیکھا کہ کابل سے مولوی عبداللطیف صاحب شہید چلے گئے۔ آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے ان کی صحبت میں کچھ عرصہ ہے کامل ایمان حاصل کیا وہ والیس وطن جاتے ہیں۔ اس ملک کے حالات اس امر کے متقاضی تھے کہ وہ اس امر کا اظہار حکومت کے سامنے نہ کرتے مگر خاموش رہنا انھوں نے موت جانا اور اس نعمت کو دوسروں تک پہنچانا اور تبلیغ کرنا سدا کی زندگی سمجھی اور ان کے ایمان میں یہاں تک ترقی ہوئی کہ رستے ہی سے انھوں نے کابل کے بادشاہ کو تبلیغ کی۔ جیسا کہ دستور ہے حق کی مخالفت کی گئی۔ پس ایمان رکھنے کے بالمقابل زندگی و موت کا سوال درپیش تھا مگر جیسا کہ کامل ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کو قتل کی دھمکی نے حق سے نزدیک کیا۔ انکے نازک پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور معزز سر مبارک پر پتھروں کی بار برسائی گئی صرف اس لیے کہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اور خدا کے نام لیا بکثرت اس ملک میں ہوں۔ کہنے کو تو وہ مر گئے مگر وہ سدا زندہ ہیں۔ اور انکے خون کا ایک ایک قطرہ بد خدایا جانتا ہے کہ کس کس قدر مردہ ہونگے۔ آج تمہنتے ہو کہ شہید مرحوم کو سنگسار کرنے کا حکم دینے والے بادشاہ پر آگ برساتی گئی یعنی پستول کے ذریعہ مارا گیا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔ اور جنہوں نے شہید مرحوم

کو سنگسار کیا اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی تھیں۔ انکے اپنے پاؤں میں خزانے ایسی بھاری بیڑیاں تھیں کہ ایک انسان کا انکو اٹھا کر چلنا تو درکنار گاڑی کھوڑ بھی چلنے سے رہ گئے اور آخر کار کچھ وقت کیلئے قیدیوں پر یا جانوروں پر رحم کھا کر بیڑیوں و زنجیروں کو علیحدہ کرنا پڑا۔ تا قید خانہ پہنچ سکیں۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ انکے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جاوے گا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ وقت قریب آ رہا ہے۔ کہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کے خون کا بدلہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا۔ کابل سے لیا جاوے اور احمدیہ کا علم بلند ہو تا سدا کیلئے مولوی صاحب کا نام زندہ رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خدا کی راہ میں جو مارے جاویں وہ دراصل مرتے نہیں بلکہ حیات جاوید انھیں کو ملتی ہے۔

پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ تبلیغ کے لیے سر توڑ کوشش کریں تا دین اسلام دنیا میں پھیل سکے۔ اور خدا کرے کہ اس کام میں کوئی امر مانع نہ ہو۔
واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
خادم محمد نعیم از قادیان دارالامان

ناظرین المحکم

اس سال بھی چار مہینے گزر گئے ہیں اخبار کے بروقت شائع ہونے اسکو ایک کامیاب اور آپٹوٹ ہفتہ وار بنانے کے لیے از بس ضرورت ہے کہ سالانہ قیمت بھجوا کر خاکسار میجر کو مسنون فرمائیں اور نیز جدید خمیاں بھلی اس کے لیے ہسایہ کیجیے۔

یحقو علی

بسم الله الرحمن الرحيم * محمد بن فضال عملي رسول الله الكريم

قرآن کریم کا کھملا کھملا مجتہد

واقعہ ہو کہ سورہ اخلاص کی تفسیر جو اعجازی رنگ میں لکھی گئی ہے چھپ چکی ہے۔ جو مخالفین اسلام کے پیشوایان مذہب کے نام بطور چیلنج کے بھیجی گئی ہے جن سے بڑے زور سے میرے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ سورہ اخلاص کی ان دھرت ایک سطر کی عبارت بنا دیں جس میں سورہ اخلاص کی طرح بے نظیر خوبیاں ہوں۔ اس چیلنج کے جواب میں اگر مخالفین کچھ لکھیں گے تو پہلک کو خود معلوم ہوگا کہ ان کا جواب سراسر ناحق اور غلط ہے۔ اور اگر خاموش رہیں گے تو بھی صاف ظاہر ہوگا کہ وہ قرآنی اعجاز کے مقابل میں بالکل عاجز اور درماندہ ہیں۔ غرض دونوں صورتوں میں قرآن کریم کی فستخائیاں طور پر ظاہر ہوگی۔ اور آئندہ کے ایسے مسلمانوں کو حق ہوگا کہ وہ ہر ایک مناسب موقع اور محل پر سورہ اخلاص کو پیش کر کے مخالفوں کی لاجوائی کو یاد دلایا کریں

اس تفسیر کہ نوا عجازی خوبیوں کی مختصر فہرست
 حسب ذیل ہے۔

(۱) یہ صورت باوجود نہایت مختصر ہونے کے ایسی جامع و مانع ہے کہ جمیع اقسام شرک کے ابطال اور کامل توحید کے اثبات پر اتم اور اکمل طور پر حاوی ہے۔

(۲) اس سورۃ کی عبارت اعجازی طور پر درج ذیل ہے۔
(۳) اس سورۃ میں ایک نہایت عجیب و غریب صفت آسمانی ہے جو ایسی انوکھی اور نرالی ہے جس پر غور کرنے سے صاف صاف نظر آتا ہے کہ کائنات کی کیا مجال ہے کہ اس صفت کی نظیر اپنے کلام میں دکھلا سکے۔ اس صفت کی نہایت مختصر کیفیت یہ ہے کہ اول اس سورۃ کی کل عبارت اس سبب اس کے کہ اس میں توحید ہی رنگ ہے اس سورۃ کے معنی یعنی مسدود توحید کے ساتھ خاص ہے۔

دوم۔ اس سورۃ کے پانچوں الفاظ یعنی الفاظ احد اور صمد اور
 لہ یلہ اور لہ یولہ اور لہ یکن لہ کفواً احد کو ایسی وجہ کہا
 الفاظ میں توحید ہی ہے۔ اس سورۃ کے معنی ایسی توحید کہ
 مناسب اور استقامت ہے۔

صوم۔ اس سورۃ کے کل کلمات اور کل حروف اور کل دویزبر
و پیش اور کل جزم، و صکون اور کل نشید اور کل نقطوں کو اس
سورۃ کے جتنے یعنی سٹا۔ توحید کیا فتح مناسب اور توافق ہے۔
(نہم) اس سورۃ کی تاثیر سی زبردستہ اور فوق العادہ ثابت ہے
ہے کہ جب تک بغیر کسی بشر کے کلام میں یا جانا کمال اور معتق ہے۔

(۵) اس سورۃ کی حفاظت و قبولیت اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ اگر وہ زمین کے تمام انسان و جانوروں تک نہ لگا دیں اور کوشش کریں کہ ان کے کلام کی سورۃ اخلاص کی مانند حفاظت اور قبولیت ہو تو اس بات پر ہرگز کم نہ قاعدہ ہو سکتی ہے۔

(۶) اس سورۃ میں بجز لفظ قل کے ادا اول تا آخر سب الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہی نام ہیں۔ اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ انسانی طاقت اسکی نظیر ہرگز نہ بنا سکتی تھیں۔ کیونکہ سورۃ اخلاص کی طرح ایک سطر کی عبارتیں جو تمام ہنگرتے مانوس سے پڑھ کر ہوئی ہو۔ بڑے بڑے دینی مطالب اور مقاصد کو ادا کرنا طاقت بشری سے بے برز و بالا تر ہے۔

(کے) اس سورۃ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلالہ
کی پیشگوئی ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ پیشگوئی ایک عظیم الشان معجزہ
عزل مذکورہ بالا نوا عجازی حقائق و معارف سے ثابت
ہوتا ہے کہ سورۃ اخلاص خدا کا کلام ہے۔ کیونکہ اس سورۃ کا اپنی
اعجازی خوبیوں میں بے نظیر اور انسانی طاقت سے بہرہ والا ترجمہ
اس کے کلام آتی ہوئے پر قطعی ثبوت ہے اس واسطے تفسیر حسن نے
سورۃ اخلاص کے اعجاز کو ایک حدیث روایت کیا اور عام فہم مذہبیوں
اور اگر دیا ہے۔ جس کے مقابلہ کرئیے تمام وہاں فضل مخالفین عاجز
تاثبت ہوتے ہیں۔ انیسویں صدی کا ایک عظیم الشان

قرآنی مجوزہ

ہے۔ اگرچہ اہل اسلام ہمیشہ سے قرآن کریم کو بطور معجزہ کے
مناظروں کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ اور قرآن کریم
امجازی نکات کو مفسرین اپنی تفسیروں میں لکھتے چلی رہے ہیں۔
لیکن کسی صحیح اور خاص سورۃ قرآنی کے اعجازی حقائق و معارف کو
جدید اور نذید اور عام فہم عبارتوں میں مناظروں کے سامنے کسی

بطور تحری و تحریک

پیش نہیں کیا۔ اس واسطے سورہ اخلاص کی یہ عجیب و غریب تفسیر جس میں اس حورہ کے خواجہ باری کو ہزار آتی معجزہ کے رنگ میں مخالفوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے

بیسویں کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔

عبد المجید صادق لائبریری
قادیان دارالامان